ترکیب بند

موسوم بہ

شکوۂ ہند

مع

قصیدۂ الغیاثیہ مسدس کانفرنس دہلی نظم موسوم بہ نوکروں پر سخت گیری کرنے کا انجام

مصنفۂ

شمس العلماء مولوی الطاف حسین صاحب حالی مرحوم

حسب فرمائش منیجر صاحب بک ڈپو مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مسلم یونیورسٹی پریس علیگڑھ میں چھپا ۱۳۴۵ھ ۱۹۲۶ء

قیمت فی جلد ۲٠؍

۱۳۴۵ھ

بارچہارم

فہرست کتب

جو مسلم یونیورسٹی بک ڈپو علی گڑھ سے دستیاب ہو سکتی ہیں

الدین الیسر مصنفہ شمس العلماء مولانا حالی مرحوم - اس میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے ثابت کیا گیا ہے کہ دین اسلام نہایت آسان ہے اور اس کے احکام بالکل سہل ہیں اور اس میں کوئی بات ایسی نہیں جو انسانی برداشت سے بالاتر ہو [illegible] اسلام ہر ایک حیثیت سے دنیا کا عالمگیر مذہب ہونے کی صلاحیت موجود ہے قیمت . . . . . . [illegible]

تدبیر خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم نے اس رسالہ میں آیات و احادیث کی سند سے ثابت کیا ہے کہ تقدیر کے جو قصے عام طور پر مسلمانوں میں مشہور ہیں وہ بالکل غلط ہیں - قومی زندگی کے لئے بہترین قواعد مصالح کی نگہداشت و کوشش اور تدبیر شرط ہے اور یہی منشاء الٰہی ہے - تقدیر پر بھروسہ کرکے بیٹھ رہنا اور تدبیر سے غافل ہو جانا اسلامی تعلیم کے خلاف ہے - قیمت . . . . [illegible]

یادگار غالب شمس العلماء مولانا خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کی نئی تصنیف جس میں انہوں نے حیات سعدی کی طرح اول مرزا غالب مرحوم کے واقعاتِ زندگی تحریر کئے ہیں - پھر مرزا کی اُردو اور فارسی نظم و نثر کا انتخاب شامل کیا ہے اور ہر ایک صنف کلام پر نہایت خوبی سے ریویو کیا ہے - اس کے ساتھ مرزا کی تصویر بھی شامل ہے - قیمت . . . . [illegible]

حیات حالی نامور فلاسفر شاعر اور قومی مرثیہ گو شمس العلماء مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی مرحوم و مغفور کے حالات زندگی با تصویر قیمت . [illegible]

دیوان حالی یعنی شمس العلماء مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی مرحوم کا دیوان قیمت عہ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکوۂ ہند

بند اول

رخصت اے ہندوستاں اے بوستانِ بیخزاں
رہ چکے تیرے بہت دن ہم بدیسی میہماں

آج گو شکووں سے ہیں لبریز ہم اے خاکِ ہند
ہیں مگر احسان لاکھوں تیرے سب خاطر نشاں

تو نے بیگانوں کی خاطر کی یگانوں سے سوا
میہماں سمجھے پر بنایا تو نے ہم کو میزباں

تیرے باغوں کی فضاؤں نے دیئے دل سے بھلا
شعب بوان و سمرقند و دمشق و اصفہاں

یاد کچھ چھوڑا نہ ہم کو دجلہ اور فرات
تیرے گنگا جل نے جیسے تر کیئے کام و زباں

تیری کاشی کی کشش نے کر دیئے ہم سے جدا
یثرب و بطحا و صنعا و زبید و نہرواں

تیرے ذوق خیکر نے کر دیئے سب دل سے محو
بصرہ و طائف کے نارستان اور خرماستاں

فصل گل میں دیکھ کر جوبن مہابن کا ترے
مرو اور شیراز کے بھولے چمن اور گلستاں

تیرے سر جون پہاڑوں نے دیا جی سے اتار
نہر رکنی اور گلگشتِ مصلّےٰ کا سماں

دعوتیں بھولیں سمرقندی و شیرازی تمام
اس قدر الوانِ نعمت کے لگائے تو نے خواں

نقش ہیں دل پر ہمارے سب مدارات تری
ہم نہ بھولیں گے کبھی دن تیرے اور راتیں تری

بند دوم

تھی ہماری قوم و ملت رسم و عادت سب جدا
رشتہ و پیوند کوئی ہم میں اور تجھ میں نہ تھا

بول چال اپنی الگ تھی اور زباں تیری الگ
تجھ سے ہم تھے اجنبی اور ہم سے تو نا آشنا

ہم میں اے ہندوستاں گو کچھ بھی جنسیت نہ تھی
تو نے لیکن اپنی آنکھوں پر لیا ہم کو بٹھا

تو نے سونپی مہر و دولت ہم کو اور طبل و نشاں
تو نے بخشے قصر و ایواں ہم کو اور بستاں سرا

تو نے ثروت دی حکومت دی ریاست دی ہمیں
شکر کس کس مہربانی کا کریں تیری ادا

ہو سکیں لیکن نہ آخر تک یہ خاطرداریاں
جو دیا تھا تو نے وہ آخر کو سب کھوا لیا

خیر اپنے مال کا تو ہر طرح تھا اختیار
جس سے چاہے لیا اور جس کو چاہے دے دیا

کھینچ لیں اپنی اسی دم اُٹھ کے گدی سے زباں
بھول کر بھی گر زباں پر اس کا آ جائے گلا

پر گلا یہ ہے کہ جو کچھ اپنا ہم لائے تھے ساتھ
وہ بھی تو نے ہم سے لیکر کر دیا بالکل گدا

آدمیت کے تھے جوہر جو ہماری ذات میں
خاک میں آخر دیئے اے ہند سب تو نے ملا

یاد ہوگا تجھ کو یہاں آئے تھے ہم کس شان سے
تجھ کو سوگند اپنے ست جگ کی بتا ایمان سے

بند سوم

ترکمانی صولت اور مغلی جلاوت ہم میں تھی
عزم کردی ہم میں تھا بدوی حمیت ہم میں تھی

ہاشمی آداب و عباسی فضائل ہم میں تھے
نطق اعرابی و عدنانی فصاحت ہم میں تھی

ضرب کراری و حرب خالدی رکھتے تھے ہم
سطوت عمری و فاروقی جلالت ہم میں تھی

عرق غیرت تھی دلیل اپنی شرافت کی نہ مال
جھینپتی ہے جس سے دولت وہ شرافت ہم میں تھی

آج خاور تھا مقام اپنا تو کل تھا باختر
عیش و عشرت کی نہ فرصت تھی نہ عادت ہم میں تھی

ننگ تھا ہم کو مشقت سے نہ مزدوری سے عار
جو بزرگی تھی مشقت کی بدولت ہم میں تھی

ہم شتربانی سے پہنچے تھے جہاں بانی تلک
اس لیے باقی شتربانوں کی خصلت ہم میں تھی

جو نشان اقبال مندی کے ہیں سب وہ ہم میں تھے
حب دینی ہم میں تھا قومی مروت ہم میں تھی

گھر ہمارے اور ہم سب وقف مہمانوں پہ تھے
یثربی مہمان نوازی و ضیافت ہم میں تھی

پھر بھی واقف نہ تھے ہم تیری اے ہندوستاں
احمدی اخلاق و اسلامی اخوت ہم میں تھی

چھین لی سب ہم سے یاں شان عرب آن عجم
تو نے اے غارت گر اقوام و اکال الامم

بند چہارم

آئے تھے اے ہند یہاں ایسے ہی ہم زار و نزار
ہے عرب کو جن سے ننگ اور ہے عجم کو جن سے عار

ہم انھیں اسلاف کے معلوم ہوتے ہیں خلف
جن کی تھی محکوم نسل رستم و اسفندیار

ہم انھیں باپوں کے بیٹے تجھ کو آتے ہیں نظر
جن کی جولاں گاہ تھی تاتار سے تا زنجبار

ہیں ہمیں اے آریا ورت ان سواروں کے سپوت
جن کی دوڑوں سے ہیں واقف تیرے دشت و کوہسار

ہم سدا سے خاکسار ایسے ہی تھے اے خاک ہند
اڑتی پھرتی تھی زمانے میں یہی مشت غبار

تھیں یہی شکلیں ہماری تھا یہی رنگ اور روپ
تھی یہی سیرت ہماری تھا یہی اپنا شعار
گر سلف دیکھیں ہمارے زندہ ہو کر اب ہمیں
آئے نسبت اور قرابت سے ہماری اُن کو عار
سیرتیں تو نے بدل دیں مسخ کر دیں صورتیں
آبرو تو نے ڈبو دی کھو دیا تو نے وقار
کر دیا شیروں کو تو نے گوسفند اے خاک ہند
جو شکار افگن تھے آکر ہو گئے یاں خود شکار
نکبتیں یہ سب جبھی سے ہم کو آتی تھیں نظر
آئے تھے یہاں جب کہ اپنا چھوڑ کر ملک و دیار

تھا یقیں ہم کو کہ شامت رفتہ رفتہ آئے گی
ہم کو تو اے خاک ہند آخر یونہی کھا جائے گی

بند پنجم

دیکھتے ہیں اب ہی آنکھوں سے صبح و شام ہم
جو مداراتوں کا سمجھے تھے تری انجام ہم
توڑ ڈالے جلد تو نے عہد اور پیمان سب
بے وفا سنتے تھے سچ اے ہند تیرا نام ہم
دیر تک رہتا ہے جو مہماں نہیں رہتا عزیز
سنتے ہیں دیوار و در سے تیرے یہ پیغام ہم
عیب جو دنیا میں ہیں وہ ہم پہ تھپ جاتے ہیں سب
کیا زمانے میں ہمیشہ تھے یونہی بدنام ہم
سب کو ہو جاتا ہے ناکامی کا پہلے ہی یقیں
اُٹھتے ہیں کرنے کو جب ہمت کا کوئی کام ہم
تو نے دیکھا تھا کبھی اسلامیوں کا حال یہ
کیا عرب سے لے کے نکلے تھے یہی اسلام ہم
بس زیادہ پیسنے سے اپنے کیا حاصل تجھے
پس چکے اے آسیائے گردشِ ایام ہم
شکوہ قسمت کا ہے جو یہاں کھینچ کر لائی ہمیں
تجھ کو اے ہندوستاں کس منہ سے دیں الزام ہم
پھر گئی سرحد سے تیری فوج یوناں جس طرح
کاش پھر جاتے یونہی در سے ترے ناکام ہم

رہتے قانع اپنی محنت اور مزدوری پہ کاوش | آ کے یہاں پاتے نہ ذوقِ راحت و آرام ہم

دشمن اپنا ہو گیا سودائے مال و جاہ حیف
حرص نے طعمہ کی شیروں کو کیا روباہ حیف

بند ششم

وہ مسلمانوں کی ہر بازی میں سبقت کیا ہوئی | وہ حجازی غیرت اور ان کی حمیت کیا ہوئی
ہم مسلمانوں سے ہوئے ہند ننگ اسلام کو | تھا لقب خیر الامم جس کا وہ امت کیا ہوئی
جی کسی کی عزت افزائی سے خوش ہوتا نہیں | دل گواہی جس پہ دیتا تھا وہ عزت کیا ہوئی
دین و دولت علم و دانش ہم میں کچھ باقی نہیں | حق نے پوری کی تھی جو ہم پر وہ نعمت کیا ہوئی
ملک و مال و سلطنت اک آنی جانی چیز تھی | جو ہمیشہ رہنے والی تھی وہ دولت کیا ہوئی
قریہ قریہ تیرے علم و فضل سے معمور تھا | اب وہ اے اسلام تیری خیر و برکت کیا ہوئی
جس نے مغرب کو کیا مشرق وہ سورج کیا ہوا | جس سے گھر گھر بن گیا یونان وہ حکمت کیا ہوئی
کوہ و دریا جن کے ہوتے تھے نہ ہرگز سدِ راہ | وہ ارادے کیا ہوئے اور وہ عزیمت کیا ہوئی
کوئی مشکل ہم کو میداں سے ہٹا سکتی نہ تھی | وہ ثبات اور پائداری اور وہ ہمت کیا ہوئی
ہو گی اے ہندوستاں آمد ہماری تجھ کو یاد | وہ مسلمانوں کی ہیبت اور وہ صولت کیا ہوئی

وہ بر و دوش اور وہ سینے پہلوانی کیا ہوئے
وہ قد و بالا وہ چہرے ارغوانی کیا ہوئے

خصائص اہل اسلام
غیرت و حمیت

بند ہفتم

جبتک اے ہندوستاں ہندی نہ کہلاتے تھے ہم — کچھ ادائیں آپ میں سب سے جدا پاتے تھے ہم
اپنی خود کرتے تھے عزت گر نہ کرتا تھا کوئی — سر ہر اک فرعون کے آگے نہ نیہوڑاتے تھے ہم
حاجتیں ہوتی تھیں جو اپنی رَوا کرتے تھے آپ — ہاتھ آگے میر و سلطاں کے نہ پھیلاتے تھے ہم
تھے اُسے نعمائے سلطانی سے بہتر جانتے — اپنی محنت سے اگر نانِ جویں کھاتے تھے ہم
تھے نہ کرگس اور زغن کی طرح ہم مُردار خوار — تھا وہی قوت اپنا جو خود مار کر لاتے تھے ہم
تھی اولوالعزمی ہمت اپنی مفتاح ظفر — چار سو راہیں معیشت کی کھلی پاتے تھے ہم
جب کبھی جس کام کی خاطر جدھر مُنہ اُٹھ گیا — پھر پلٹ کر وہاں سے خالی ہاتھ کم آتے تھے ہم
جی چراتے تھے نہ مکروہاتِ عالم سے کبھی — اور خلاف چرخ دوراں سے نہ گھبراتے تھے ہم
اسپ تازی کی طرح تھی قوم تازی بھی غیور — جب کوئی بڑھتا تھا ہم سے تلملا جاتے تھے ہم
ہے حمیّت کو ہماری اِک زمانہ جانتا — سر ہو جاتے تھے سب جس وقت گرماتے تھے ہم

حال اپنا سخت عبرتناک تو نے کر دیا
آگ تھے اے ہند ہم کو خاک تو نے کر دیا

خدمت مہمان و ہمسایہ

بند ہشتم

کھا کے نعمت دل ہمارا شادماں ہوتا نہ تھا — ساتھ دسترخوان پر گر میہماں ہوتا نہ تھا
کرتے تھے مہماں ہمارے ماحضر پر اکتفا — تنگ دل مہماں سے کوئی میزباں ہوتا نہ تھا
ہم کو پہنچی تھی خلیل اللہ سے خوان گستری — عسرت اور تنگی میں بھی تہ اپنا خواں ہوتا نہ تھا

رکھتے تھے بچوں کو بھوکا اپنے مہماں کے لئے / خرچ سے گھر کے سوا کھانا جہاں ہوتا نہ تھا

تھا مسافر کے لیے ایک ایک گھر مہماں سرا / ہم کو کچھ غربت میں فکر آب و ناں ہوتا نہ تھا

میہمانوں کو تھے اپنے گھر کی برکت جانتے / ٹھیرنا مہماں کا برسوں گراں ہوتا نہ تھا

جانتے تھے ہم کو ہے اس پر خدا نامہرباں / جو کہ ہمسایہ پہ اپنے مہرباں ہوتا نہ تھا

ہم ہر اک آفت میں ہمسایوں کے رہتے تھے سپر / دشمنوں سے اپنے اُن کو خوف جاں ہوتا نہ تھا

چپکے چپکے حاجتیں کرتے تھے سب اُن کی روا / فقر و فاقہ اُن کا خلقت پر عیاں ہوتا نہ تھا

پیٹ بھر لیں اپنا اور ہمسایہ فاقہ سے رہے / اتفاق آگے یہ اے ہندوستاں ہوتا نہ تھا

یوں تو ہم جنسوں سے کرتی تھیں یہ آنکھیں چوریاں
تو نے اپنی سی سکھا دیں ہم کو تنہا خوریاں

بند نہم

جس سے کرتے تھے محبت بے ریا کرتے تھے ہم / جس سے ہوتی تھی شکایت برملا کرتے تھے ہم

شکوہ ہوتا تھا تو اکثر مونہہ پہ کہہ دیتے تھے ہم / شکر کرتے تھے تو غیبت میں سوا کرتے تھے ہم

دوست بن جاتے تھے جس کے اُس سے کرتے تھے نباہ / عہد کرتے تھے تو عہدوں کو وفا کرتے تھے ہم

جن کے ہو جاتے تھے ساتھی اُن کا ہم دیتے تھے ساتھ / رنج و راحت میں شریک اُن کے رہا کرتے تھے ہم

کرتے تھے عسرت میں اُن کے واسطے فکر معاش / اُن کی بیماری میں تدبیر اور دوا کرتے تھے ہم

کام میں یاروں کے اپنے کام سب دیتے تھے چھوڑ / اس میں روزے اور نمازیں تک قضا کرتے تھے ہم

یار کوئی مر کے اپنے سے بچھڑ جاتا تھا جب / یار کی اولاد پر جانیں فدا کرتے تھے ہم

سنتے تھے اپنے بڑوں کا جن سے پیار و اتحاد — اُن کی نسلوں سے وہی رسمیں ادا کرتے تھے ہم
دشمنوں کی زد میں دیتے تھے نہ آنے ہم کو دوست — ٹوک دیتے تھے ہمیں جب کچھ خطا کرتے تھے ہم
آج وہ کام آئے اپنے کل ہم اُن کے آئے کام — بارہا باہم سلوک ایسا کیا کرتے تھے ہم

تونے اے ہندوستاں کھو دیں کہاں وہ یاریاں
یاریاں ہم میں ہیں باقی نہ وہ غمخواریاں

بند دہم

یکرنگی و برادرانہ مساوات

تیرے سایہ سے بچے اے ہند جب تک دور ہم — اپنی یکرنگی رہی ضرب المثل بین الامم
مل گیا جو ہم میں آ کر پھر نہ تھے ہم پوچھتے — روم ہو یا ترک ارمن ہو عرب ہو یا عجم
ملت بیضائے قوموں کی مٹا دی تھی تمیز — تھے بلال و جعفر و سلماں برابر محترم
ایک رنگت میں خدا کے تھے سب رنگے ہوئے — اسود و احمر تھے جو اسلام کے زیر علم
زنگی و خوارزمی و تاتاری و مازندری — ایک دسترخوان پر کھاتے تھے سب مل کر ہم
گو سدا آپس میں لڑتے اور جھگڑتے تھے مگر — وقت جب پڑتا تھا آکر ایک ہو جاتے تھے ہم
فرق رکھا تھا کہ دم میں نہ کچھ اسلام نے — تھے برابر نفقہ و کسوت میں آقا اور خدم
حق خلیفہ کا نہ تھا اس میں رعیت سے سوا — جمع بیت المال میں ہوتی تھی جو آکر رقم
ٹوک دیتا تھا سر دربار بڑھ کر اک غلام — گر کہیں بے راہ اُٹھ جاتا تھا حاکم کا قدم
شوکت دیں کے سوا شوکت نہ تھی کوئی پسند — ملک جم لے کر نہ پاس آتا تھا اپنے کبر جم

صحبتوں میں تکیہ و مسند کا آئیں کچھ نہ تھا — مجلسوں میں امتیاز صدر و پائیں کچھ نہ تھا

بند یازدہم

راستی و صدق عہد

راستبازی میں ہماری لوگ دیتے تھے نظیر
فرد تھے پاس سخن میں قوم کے برنا و پیر

دوست دشمن کو ہمارے قول پر تھا اعتماد
دے چکے جب ہم زباں پھر تھی وہ پتھر کی لکیر

تھے ثقہ بھی ہم میں اطوار بھی و دیانت بھی
تھا سخن کا اپنے لیکن پاس سب کو ناگزیر

کوئی بدعہدی سے بڑھ کر تھا نہ عیب ان کے لیے
حق جنھیں کرتا تھا ہم میں وارث تاج و سریر

جیسے رہبران اور لیڈرے تھے ہمارے راستباز
پاسبانوں میں نہیں پاتے ہم آج اُن کی نظیر

دل میں کچھ ہو اور زباں پر کچھ یہ خاصیت نہ تھی
خاک میں اس سرزمیں کی جس سے تھا اپنا خمیر

جنگ تھی تو برملا تھی صلح تھی تو بے ریا
ہم کو زہر آتا نہ تھا دینا بنا کر جام شیر

مُنہ سے جو کہہ بیٹھتے تھے کر دکھاتے تھے وہی
ہم گرج کر پھر برستا جس طرح ابر مطیر

چھاؤں میں ہم جا کے تلواروں کی کہہ آتے تھے حق
غالب آتا تھا نہ ہم پر خوف سلطان و امیر

پر بنایا جب سے ہم نے ملجا و ماویٰ تجھے
راستبازی ہو گئی اے ہند ہم سے گوشہ گیر

کر دیے تو نے تمام اسلام کے ارکان سست
ہو گئے بودے ہمارے عہد اور پیمان سست

بند دوازدہم

وفور علم و حکمت

شرق سے تا غرب جب عالم میں تھا قحط الرجال
تھی ہماری قوم میں ارزانی اہل کمال

علم و حکمت نے ہماری آن کر لی تھی پناہ
روم اور یونان پر جب چھا گیا جہل و ضلال

جاہلوں کا تھا ہماری قوم میں گھاٹا یونہیں
جیسے اب لکھے پڑھے ملتے ہیں ہم میں خال خال

مشغلہ استدلال، یا توجیہ، یا تحقیقِ حق
تھی یہی اکثر ہماری مجلسوں میں قیل و قال
ترک میں وحشت ہی تھی اور نہ جہل اعراب میں
دینِ بیضا نے دیا تھا آکے کانٹا سا نکال
علم بھی جاتا تھا جاتے تھے جہاں ہم ساتھ ساتھ
علم نے اسلام سے باندھا تھا پیمانِ وصال
سیم و زر کم چھوڑ کر جاتے تھے ہم میراث میں
تھی کتاب اپنی بضاعت اور ادب تھا اپنا مال
خلق کرتی تھی ہماری ریس ہر راہ میں
کر دیا تھا علم نے سب کے لیے ہم کو مثال
آج جس علم و ہنر سے ہے چراغاں بزمِ دہر
ہم نے بنیاد اس کی دی تھی پنیرا دیا ڈال
تھی ہماری دولت اے ہندوستاں فضل و ہنر
آگیا تیری بدولت اپنی دولت کو زوال

ہم کو ہر جوہر سے یوں بالکل معرا کر دیا
تو نے اے آب و ہوائے ہند یہ کیا کر دیا

بند سیزدہم

ہم نے یہ مانا کہ جب گلشن میں ہو فصلِ خزاں
بے محل ہے چھیڑنی وہاں عہدِ گل کی داستاں
ہو خلف پر ابر جب چھایا ہوا ادبار کا
پھر سلف کی شان و شوکت کیجیے کس منہ سے بیاں
ہیں یہ باتیں بھول جانے کی مگر کیونکر کوئی
بھول جائے رات کا سب صبح ہو تو ہی سماں
بزم کو برہم ہوئے مدت نہیں گزری بہت
اٹھ رہا ہے گل سے شمع بزم کی ابتک دھواں
کہہ رہے ہیں نقشِ پائے رہرواں اے خاکِ ہند
یہاں سے گزرا ہے ابھی اک باتجمل کارواں
گو یقیں ہے رفتہ رفتہ یادِ ایامِ سلف
دل سے چھوڑیگی مٹا کر گردشِ دورِ زماں
بھول جائینگے کہ تھے کن ایلیوں کے ہم ثمر
ٹوٹ کر آئے کہاں سے اور بکے آکر کہاں

پر زمانے میں رہیں گے تا قیامت یادگار
جو کیے برتاؤ تو نے ہم سے اے ہندوستاں

ماجرا ہوگا ہمارا عبرت اوروں کے لئے
چیت جائینگے بہت سُن کر ہماری داستاں

سانپ سے جس طرح رہتا ہے سپیرا دور دور
حکمراں تیرے یونہی تجھ سے رہینگے بر کراں

برکتیں یہاں چھوڑ کر ہم اپنی جائیں گے بہت
ہم نہ ہونگے پر نصیحت ہم سے پائیں گے بہت

عرض حال

بجناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خاصۂ خاصانِ رُسُل وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے

وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں
اب اُس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اُس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے

جو دین کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے

جس دین کا تھا فقر بھی اکسیر غنا بھی
اس دین میں اب فقر ہے باقی نہ غنا ہے

جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کے
وہ عرضۂ تیغ جہلا و سفہا ہے

جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ درا ہے

ہے دین ترا اب بھی وہی چشمۂ صافی
دینداروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے

عالم ہے سو بے عقل ہے جاہل ہے سو وحشی
منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے

یہاں راگ ہے دن رات تو وہاں رنگ شب و روز
یہ مجلس اعیاں ہے وہ بزم شرفا ہے

چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے

دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

ہے دین کی دولت سے بہا علم سے رونق
بے دولت و علم اُس میں نہ رونق نہ بہا ہے

شاہد ہے اگر دین تو علم اُس کا ہے زیور
زیور ہے اگر علم تو مال اُس کی جلا ہے

جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت
اس قوم کی اور دین کی پانی پہ بنا ہے

گو قوم میں تیرے نہیں اب کوئی بڑائی
پر نام تری قوم کا یہاں اب بھی بڑا ہے

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

جس قصر کا تھا سر بفلک گنبد اقبال
ادبار کی اب گونج رہی ہے وہ صدا ہے

بیڑا تھا نہ جو باد مخالف سے خبردار
جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اُس کے ہوا ہے

وہ روشنی بام و در کشور اسلام
یاد آج تلک جس کی زمانہ کو ضیا ہے

روشن نظر آتا نہیں واں کوئی چراغ آج
بجھنے کو ہے اب گر کوئی بجھنے سے بچا ہے

عشرت کدے آباد تھے جس قوم کے ہر سو
اس قوم کا ایک ایک گھر اب بزم عزا ہے

چاؤش تھے للکارتے جن رہگزروں میں
دن رات بلند اُن میں فقیروں کی صدا ہے

وہ قوم کہ آفاق میں جو سربفلک تھی
وہ یاد میں اسلاف کے اب رو بقضا ہے

جو قوم کہ مالک تھی علوم اور حکم کی
اب علم کا واں نام نہ حکمت کا پتا ہے

کھوج اُن کے کمالات کا لگتا ہے اب اتنا
گم دشت میں اک قافلہ بے طبل و درا ہے

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے

تھی آس تو تھا خوف بھی ہمراہ رجا کے
اب خوف ہے مدت سے دلوں میں نہ رجا ہے

جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت
شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلا ہے

دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت
سچ ہے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہے

کی زیب بدن سب نے ہے پوشاک کتاں کی
اور برف میں ڈوبی ہوئی کشتوں کی ہوا ہے

درکار ہے یہاں معرکہ میں جوشن و خفتان
اور دوش پہ یاروں کے وہی کہنہ ردا ہے

دریائے پر آشوب ہے اک راہ میں حائل
اور بیٹھ کے گھڑا ناؤ پہ یہاں قصد شنا ہے

ملتی نہیں اک بوند بھی پانی کی جہاں مفت
واں قافلہ سب گھر سے تہی دست چلا ہے

یہاں نکلے ہیں سودے کو درہم لیکے پُرانے ۔ اور سکہ رواں شہر میں مدت سے نیا ہے

فریاد ہے اے کشتیِ اُمت کے نگہبان ۔ بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

اے چشمۂ رحمت بابی انت و امّی ۔ دنیا پہ ترا لطف سدا عام رہا ہے

جس قوم نے گھر اور وطن تجھ سے چھڑایا ۔ جب تو نے کیا نیک سلوک اُن سے کیا ہے

صدمہ دُرِ دنداں کو ترے جن سے کہ پہنچا ۔ کی اُن کے لیے تو نے بھلائی کی دعا ہے

کی تو نے خطا عفو ہے اُن کینہ کشوں کی ۔ کھانے میں جنھوں نے کہ تجھے زہر دیا ہے

سو بار ترا دیکھ کے عفو اور ترحم ۔ ہر باغی و سرکش کا سر آخر کو جھکا ہے

جو بے ادبی کرتے تھے اشعار میں تیری ۔ منقول اُنھیں سے تری پھر حمد و ثنا ہے

برتاؤ ترے جب کہ یہ اعدا سے ہیں اپنے ۔ اعدا سے غلاموں کو کچھ امید سوا ہے

کر حق سے دعا امتِ مرحوم کے حق میں ۔ خطروں میں بہت جس کا جہاز آکے گھرا ہے

اُمت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن ۔ دلدادہ ترا ایک سے ایک اُن میں سوا ہے

ایماں جسے کہتے ہیں عقیدہ میں ہمارے ۔ وہ تیری محبت، تری عترت کی ولا ہے

ہر چپقلش دہر مخالف میں ترا نام ۔ ہتھیار جوانوں کا ہے پیروں کا عصا ہے

جو خاک ترے در پہ ہے جاروب سے اُڑتی ۔ وہ خاک ہمارے لیے دارو ے شفا ہے

جو شہر ہوا تیری ولادت سے مشرف ۔ اب تک وہی قبلہ تری امت کا رہا ہے

جس ملک نے پائی تری ہجرت سے سعادت ۔ کعبہ سے کشش اُس کی ہر اک دل میں سوا ہے

کل دیکھیے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا ۔ اب تک تو ترے نام پہ اک ایک فدا ہے

ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمھارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے

گر بد ہیں تو حق اپنا ہے کچھ تجھ پہ زیادہ
اخبار میں الطالحُ لی ہم نے سنا ہے

تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

خود جاہ کے طالب ہیں نہ عزت کے ہیں خواہاں
پر فکر ترے دین کی عزت کا سدا ہے

گر دین کو جوکھوں نہیں ذلت سے ہماری
امت تری ہر حال میں راضی برضا ہے

عزت کی بہت دیکھ لیں دنیا میں بہاریں
اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جو ذلت میں مزا ہے

ہاں حالی گستاخ نہ بڑھ حدِ ادب سے
باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے

ہے یہ بھی خبر تجھ کو کہ ہے کون مخاطب
یہاں جنبشِ لب خارج از آہنگ خطا ہے

ترکیب بند مرتبہ سنہ ۱۸۹۲ء مطابق سنہ ۱۳۱۰ ہجری

جو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتویں اجلاس میں بمقام دہلی پڑھا گیا

یہ خاک۔ آج جس پر ہیں جمع اہلِ آرا
یہاں ہو چکے کرشمے کیا کیا ہیں آشکارا

اس باغ میں بہاریں جو جو گزر چکی ہیں
آنکھوں کے روبرو ہے گویا سماں وہ سارا

کل جشنِ فتح تھا یہاں ہے آج جشنِ شادی
ہر دم عروج پر ہے اسلام کا ستارا

بلبن کے آج مہماں خاقاں ہیں اور سلاطیں
اصطخر ہے کہ دلی بلبن ہے یا کہ دارا

فیروز شاہ کی ہے ٹھٹھے سے آمد آمد
دولھا بنا ہوا ہی تزئیں سے شہر سارا

تغلق کا آج لشکر تیمور کے مقابل
بہر مدافعت ہی میدان میں صف آرا

مغلوں کے اڑ رہے ہیں کل جشن فتح و نصرت
تیمور سے زمانہ ہی برسر مدارا

آتا ہی آج بابر لودی پہ فتح پا کر
ہیں شوق شاہ نو میں پیر و جواں خود آرا

کل سوریوں میں ہر سو بجتے ہیں شادیانے
مغلوں کا آرہا ہی گردش میں کچھ ستارا

ہی جشن فتح پھر آج چغتائیوں میں برپا
اقبال نے ہی گویا مغلوں سے قول ہارا

جشن ہوم سے ہی گھر گھر جشن جلوس اکبر
ہی گرد اس کے آگے جشن قباد و دارا

شاہ جہاں خوشی سے پھولا نہیں سماتا
تعمیر ہو چکے ہیں شہر و فصیل و بارا

تیاری اس خوشی میں جشن عظیم کی ہی
گویا کہ ہی جہاں میں جشن سدہ[1] دوبارا

اطراف ہند سے ہیں اعیان ملک آئے
پا کر حضور شہ سے سب جشن کا اشارا

ارکان سلطنت ہیں سب پائے تخت حاضر
بالائے تخت طاؤس ہی شاہ جلوہ آرا

وہ جشن کرنے والے گو خاک میں نہاں ہیں
پر جشن اُن کے اب تک سب بے نشاں ہیں

اے خاک پاک دہلی لے تخت گاہ شاہاں
پیش نظر ہیں تیرے سب اگلے ساز و ساماں

ہنگامے اس زمیں پر لاکھوں ہیں گرم ہر سو
پر کوئی جشن قومی آتا نہیں نظر یہاں

[1] سدہ آگ کو کہتے ہیں۔ جشن سدہ وہ جشن ہی جس کی نسبت کہا جاتا ہی کہ دنیا میں سب سے اول جمشید نے پتھر میں آگ نکلنے کی خوشی میں بڑی دھوم سے ایران میں کیا تھا۔

تقریبِ جشن جس میں ہو کچھ نہ جز اخوت — ملکوں سے جمع آکر جس میں ہوئے ہوں اخواں
پائین و صدر کا ہو جس میں نہ کچھ تفاوت — خرد و بزرگ کی ہو جس میں نشست یکساں
جن کو نہ ہو بلاوا حاکم کا اور نہ قدغن — لایا ہو کھینچ کر دل اُن کو نہ حکم سلطاں
خادم ہوں جس قدر واں مخدوم قوم کے ہوں — مخدوم جتنے ہوں واں سب قوم پر ہوں قرباں
خاطر کسی سے چاہے کوئی نہ واں تواضع — ہوں خود وہی میزباں اور خود وہی ہوں مہماں
ٹھہرائیں جس کو چاہیں وہ آپ میر مجلس — چاہے جسے بنائیں وہ آپ میر ساماں
آئے ہوں اس غرض سے سب مل کے تاکہ سوچیں — دنیا میں کس طرح ہوں سرسبز پھر مسلماں
ہندوستاں میں کیونکر باقی رہے نشانی — اُس قوم کی کہ تھا کل جن کے وہ زیر فرماں
نکلیں تو کیونکہ نکلیں ذلت سے وہ گھرانے — اعزاز نے تھا باندھا جن کے بڑوں سے پیماں
اُن مدرسوں کا کیونکر جاری رہے افاضہ — جن کے سبب ہے زندہ نام حدیث و قرآں
جو مسجدیں ہیں بہر ذکر خدائے واحد — محفوظ حادثوں سے کیونکر ہوں اُن کے ارکاں
جو کچھ ہے بھائیوں کی تقدیر میں وہ سر پر — اپنی طرف سے لیکن ہے سعی فرض انساں
اے شہ نشینِ اسلام اے معدنِ سلاطیں — اے پایۂ تخت سادات اے دار ملکِ مغلاں

تو جشن گاہ شاہاں ہر عہد میں رہا ہے
ایسا بھی جشن کوئی تجھ میں کبھی ہوا ہے

شاہوں کے جشن تھے وہ یہ جشن قوم کا ہے — شوکت میں وہ بڑے تھے عظمت میں یہ بڑا ہے
دولت کے تھے وہ جلوے ملت کا ہے یہ نقشہ — کاغذ کی تھیں وہ ناویں بیڑا یہ نوح کا ہے

بے روح تھے وہ قالب ہی اس میں روح خوشی — موج سراب تھے وہ یہ چشمۂ بقا ہی
ملتے نہ وہ بچھڑتے روح ان میں گر یہ ہوتی — رہتا ہی آندھیوں میں روشن یہ وہ دیا ہی
وہ دن گئے کہ نازاں تھی قوم سلطنت پر — اب قوم کو خدا کا پایا اپنا آسرا ہی
بس سلطنت یہی ہی دل بیٹھنا ہمارا — یہ چھت نہ سمجھو سر پر یہ سایۂ ہما ہی
گم گشتہ بخت جس کو پھرتے ہیں ڈھونڈتے ہم — لگتا ہی کچھ تو اُس کا لگتا نہیں پتا ہی
وہ مشکلیں کرینگے اب حل ہمیں تمھیں کچھ — جن مشکلوں کا ہم کو اور تم کو سامنا ہی
ہم میں اگر مخالف کچھ ہوں اس انجمن کے — معذور ہیں وہ اُن سے شکوہ نہ کچھ گلا ہی
فوجِ کمک کو اکثر سمجھا ہے فوجِ دشمن — حملہ کمک پہ اپنی اپنوں نے خود کیا ہی

نادم ہوئے ہیں لیکن روشن ہوا ہی جب دن — انساں سے یہ ہمیشہ ہوتی رہی خطا ہی
قدر ایسی مجلسوں کی مدت میں ہوگی ہم کو — اب تک ضرورتوں نے مضطر نہیں کیا ہی
ہوتی ہی قدر ان کی بنتی ہی جان پر جب — لاتے ہیں تب یہ ناویں جب بیڑا ڈوبتا ہی
گو سب جہاز والے خطرے سے بے خبر ہیں — پر رنگ ناخدا کا کچھ فق سا ہو رہا ہی

آفاتِ بحر سے ہیں ناواقف آشنا سب
ہنستے ہیں ناخدا پر روتا ہی ناخدا جب

گلشن میں فصلِ گل کے سب مٹ چکے نشاں ہیں — پر حسن سے عنادل گلشن میں نغمہ خواں ہیں
طاؤس و کبک خوش خوش گلشن میں ہیں خراماں — اور بیٹھے ہاتھ ملتے گل چین و باغباں ہیں
غفلت کی چھا رہی ہی کچھ قوم پر گھٹا سی — بے فکر و بے خبر ہیں بوڑھے ہیں یا جواں ہیں

اترائے ہیں سلف پر اور آپ ناخلف ہیں
رستہ کدھر ہے ان کا اور جا رہے کہاں ہیں

فضل و کمال اُن کے کچھ تم میں ہوں تو جانیں
گر یہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں

کھیتوں کو دے لو پانی اب بہ رہی ہے گنگا
کچھ کر لو نوجوانو اُٹھتی جوانیاں ہیں

تم سے سمجھے تو تھا سو عزت کو قوم کی کچھ
اپنے تو قافلے سب پا در رکاب یہاں ہیں

اک خضر رہ نے رستہ سیدھا بتا دیا ہے
رستے پہ دیکھیں چلتے اب کتنے کارواں ہیں

خدمت میں اُن کی حالی کہتا ہے یہ ادب سے
اس وقت و نقص افزا یہاں جتنے جہاں ہیں

دنیا میں گر ہے رہنا تو آپ کو سنبھالو
ورنہ بگڑنے کے یہاں آثار سب عیاں ہیں

عرصہ ہوا کہ ہم کو آنکھیں دکھا رہے ہیں
قدرت کے قاعدے جو دنیا پہ حکمراں ہیں

جو اپنے ضعف کا کچھ کرتے نہیں تدارک
قومیں وہ چند روزہ دنیا میں میہماں ہیں

گھڑیال اور مگر مچھ ہیں اُن کو نگلے جاتے
دریا میں مچھلیاں جو کم زور و ناتواں ہیں

سنبھلو وگرنہ رہنا یہاں اس طرح پڑے گا
بھیل اور گونڈ جیسے گمنام و بے نشاں ہیں

یہ غفلتیں مبادا اب روز بد دکھائیں
دھندلے سے کچھ نشاں ہیں ڈر ہے کہ مٹ نہ جائیں

نوکروں پر سخت گیری کرنے کا انجام

ایک آقا تھا ہمیشہ نوکروں پر سخت گیر
بے سزا کوئی خطا ہوتی نہ تھی ان کی معاف
حُسنِ خدمت پر انعام یا صلہ تو درکنار
پاتے تھے آقا کو وہ ہوتے تھے جب اُس سے دوچار
تھی نہ جز تنخواہ نوکر کے لیے کوئی فتوح
رہتا تھا اک شرائط نامہ ہر نوکر کے پاس
گر رعایت کا کبھی ہوتا تھا کوئی خواستگار
حکم ہوتا تھا شرائط نامہ دکھلاؤ ہمیں
وہاں سوا تنخواہ کے۔ تھا جس کا آقا ذمہ دار
دیکھ کر کاغذ کو ہو جاتے تھے نوکر لاجواب
ایک دن آقا تھا اک منہ زور گھوڑے پر سوار
دفعتہً قابو سے باہر ہو کے بھاگا راہوار
کی بہت کوشش نہ چھوٹی پاؤں سے لیکن رکاب
تھا مگر سائیس ایسا سنگدل اور بے وفا
دور ہی سے تھا اُسے کاغذ دکھا کر کہہ رہا

جبر پر کمر بستہ اور نہ ساتھ ان کے رعایت تھی کہیں
کام سے مہلت کبھی ملتی نہ تھی ان کے تئیں
ذکر کیا نکلے جو چھوٹے منہ سے اُن کے اُف کہیں
تھے بھوے منہ چڑھا ماتھے پہ بل ابرو پہ چیں
آ کے ہو جاتے تھے خائن جو کہ ہوتی تھی امیں
فرض جس میں نوکر اور آقا کے ہوتے تھے تعیں
زہر کے پیتا تھا گھونٹ آخر بیچارے انگبیں
تا کہ یہ درخواست دیکھیں وہ اچھی ہی یا نہیں
تھیں کریں جتنی وہ ساری نوکروں کے ذمہ تھیں
تھے مگر وہ سب کے سب آقا کے مار آستیں
تھک گئے جب ور کرتے کرتے تب تا زیں
اور گرا اسوار صدر زیں سے بالائے زمیں
کی نظر سائیس کی جانب۔ کہ ہو آکر معیں
دیکھتا تھا اور لش سے مس نہ ہوتا تھا لعیں
دیکھ لو سرکار اس میں شرطیہ لکھی نہیں

تمام شد

مقدمہ شعر و شاعری یعنی شمس العلماء مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی مرحوم کے دیوان کا مقدمہ - - - - - عہ

مجموعہ نظم حالی طبع جدید - - - - - - - - - - عہ

مسدس حالی قسم اول نہایت خوشخط جلد پاکٹ ایڈیشن مطبوعہ مرغوب ایجنسی قیمت - - - - - - - - ۱۲

مسدس حالی سستا ایڈیشن - - - - - - - - - - ۱۲

قرآن شریف مترجم شمس العلماء مولانا حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم رئیس دہلی نے زبان حال کے محاورے میں نہایت سلیس اور عام فہم ترجمہ کیا ہے۔ اور ضروری مقامات مفید حواشی و فوائد سے حل کر دیئے ہیں۔ تقطیع کلاں معہ جلد چرمی نہایت پائیدار و خوشنما۔ ہدیہ علاوہ محصول وغیرہ - - - - - ۵

ایضاً تقطیع کلاں بلا جلد - - - - - - - - - - سے

قرآن شریف ترجمہ مولوی حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم دہلوی معہ فوائد و حواشی کاغذ سفید متن محشی مجلد چرمی معہ نقرئی بیل کے۔ ہدیہ لعہ

ایضاً - مع فوائد و حواشی کاغذ سفید متن محشی متوسط تقطیع بلا جلد - - - - عہ

حمائل شریف ترجمہ مولوی فتح محمد خاں صاحب جالندھری کاغذ سفید حنائی تقطیع موزوں جلد نہایت خوشنما ہدیہ علاوہ محصول ڈاک - سے

قرآن شریف مترجم ہشت پہل معہ ترجمہ اردو و تفسیر حسینی مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ کاغذ ولایتی نہایت خوشخط قابل دید تقطیع کلاں بلا جلد عہ

قرآن شریف عکسی مطبوعہ مصر صرف ایک صفحہ پر نہایت خوشنما اور خوشخط - عا

قرآن شریف حلی جلی قلم اور نہایت واضح بچوں اور کم سواد اور کم زور نگاہ والوں کے لئے خاص طور پر مناسب۔ ہر پارہ جدا صحت کا خاص اہتمام سے

حمائل شریف

مترجمہ ڈاکٹر مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم دہلوی۔ کاغذ سفید متن محشی شروع میں مطول فہرست مطالب قرآن شریف اور آخر میں فرہنگ شامل ہے ہدیہ . . . . للعہ

دہ سورہ

یہ دہ سورہ شمس العلما مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی مرحوم کا ترتیب دیا ہوا ہے جس میں قرآن مجید کی دس سورتیں معہ ترجمہ و مختصر تفسیر اور ہر سورۃ کے خواص و فضائل درج ہیں۔ اس کے علاوہ تمہید میں اور بہت سے مطالب مثل حروف مقطعات کے بحث اور نزول وحی اور ترتیب قرآن کے درج ہیں۔ نیز کلام مجید کے لفظاً و معناً معجزہ ہونے پر لطیف بحث کی گئی ہے ہدیہ ۱۲

ادعیۃ القرآن

شمس العلما مولانا حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم نے یہ کتاب مرتب فرمائی ہے۔ اس میں جس قدر دعائیں ہیں صرف قرآن مجید سے لی گئی ہیں اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ اپنی قسم کی پہلی اور بے مثل کتاب ہے۔ سب سے پہلے ایک مختصر دیباچہ ہے جس کے بعد چار تمہیدی ابواب ہیں جن میں علی الترتیب ثابت کیا گیا ہے کہ دعا مقتضائے فطرت انسانی ہے۔ خدا کے سوا دوسروں سے دعا نہ کرنی چاہیئے۔ دعا کرنے کا حکم اور اس کے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اور یہ کہ دعا کے قبول ہونے کی کیا شرطیں ہیں۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مختلف انبیاء و مومنین اور مقربین کی دعائیں مختلف مطالب کے لئے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں درج ہیں اور دعا کے بالمقابل اس کا ترجمہ دیا گیا ہے۔ قیمت . . . . .

مندرجہ بالا کتابوں کے ملنے کا پتہ

مینیجر صاحب مسلم یونیورسٹی بک ڈپو علیگڑھ